OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مرد کی قوامیت: مفہوم، ضوابط اور اسبابِ استحقاق

Guardianship of man: Meaning, Regulations and Reasons for Privilege

Fatima tuz Zahra
Doctoral Candidate, Riphah International University, Islamabad
fatimamiraj.riphah@gmail.com
Dr. Muhammad Ghayas
Assistant Professor, Riphah International University, Islamabad
Muhammad.ghayas@riphah.edu.pk

Abstract

This article is intended to describe the rules and reasons for the privilege of men's supervisory role. Islam has established equality between men and women in all matters and has fairly divided the rights and responsibilities so that the institution of the family can run properly. Along with defining the roles of both men and women Islam has imposed the responsibility of supervisory as the caretaker and head of the family on men. So that he supervises all the affairs of the family recognizes their rights and manages to protect them. And maintain family discipline. But unfortunately, it has been considered an injustice to women that men have sovereign rights over women. And thus, he oppresses the woman. A woman can neither raise her voice to protest him nor can she escape him. The concept that is established about the status of men is the result of not understanding Islamic teachings. While man has been declared superior to women by Allah in various respects and the right of leadership in Islam is

CC BY

only granted to him. It is quite a fair decision in the favor of woman. In this article, an attempt has been made to clarify the wisdom of male supervisory and leadership and his superior status in the Islamic family system with a feminist approach.

Key words; women rights, role of men, status, supervisory, responsibility, feminism.

تمہید

اسلام کے خاندانی نظام پر جو تنقید کی جاتی ہے اس میں ایک نمایاں اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اس میں مرد کو غالب اور عورت کو مغلوب اور پست رکھا گیاہے، مرد کو با اختیار بنا کر عورت کو محکوم بنا دیا گیاہے، یہی وجہ ہے کہ نکاح کے بعد عورت شوہر کی محتاج اور دست نگر بن کر رہ جاتی ہے، شوہر بیوی کو گھر کا قیدی بنا کر رکھتاہے، ہر آزادی چھین لی جاتی ہے اور عورت مجبوراًاس کی محکومی میں رہتی ہے ۔بظاہر تو یہ صورت حال بڑی بھیانک اور افسوسناک دکھائی دیتی ہے لیکن اصل حقیقت اس کے یکسر مخالف اور برعکس ہے ۔ اسلام کے خاندانی نظام پر یہ اوراس جیسے دیگر اعتراضات کی اصل وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری اوران تعلیمات کی روح سے لاعلمی اور ناسمجھی کا نتیجہ ہیں۔ زیر نظر مقالہ میں ہم مردوزن کے حقوق اور دائرہ کار کی وضاحت کریں گے اوراس حقیقت کو واضح کریں گے کہ کیاواقعی اسلام کے خاندانی نظام میں بیوی کو محکوم اور پست رکھا گیاہے؟

لفظ "قوّام" کی لغوی واصطلاحی تحقیق

لغت میں قَوام بروزن فَعال، کسی چیز کی نگرانی میں مبالغہ کے لئے مستعمل ہے: قَامَ عَلَی الۡاُمُرِ: "کسی کام میں مصروف ہونا"، کسی کام کو سنبھالنا، "قَامَ عَلٰی اَھۡلِہٖ": اہل وعیال کی دیکھ بھال کرنا، کفالت کرنا، خرچ اٹھانا۔ علامہ بغویؒ لکھتے ہیں کہ قوام اور قیم کا معنی ایک ہی ہے ، قوام میں کچھ مبالغہ ہے اوراس کا معنی ہے اصلاح، تدبیر اور تادیب کا خوب اور بہترین اہتمام کرنا۔[1] قرآن کریم کا اردو ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین نے لفظ 'قوّام 'کا ترجمہ قوام ہی سے کیاہے۔ جبکہ بعض نے اس کا ترجمہ سرپرست، نگران ،حاکم اور سربراہ سے کیاہے۔ امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں: "عربی میں 'قام' کے بعد 'علی' آئے تو اس کے اندر نگرانی، محافظت، کفالت کا معنی آجاتا ہے قَوّٰمُوۡنَ عَلَی النِّسَآءِ میں بالاتری کا مفہوم بھی ہے اور کفالت وتولیت کا بھی۔ اور یہ دونوں باتیں کچھ لازم و ملزوم سی ہیں"[2]۔ لسان العرب میں ہے: "مرد نے عورت کی کفالت کی۔ ایسا کرنے والے کو قوّام کہا جاتا ہے۔[3] قاموس المحیط میں اس کا مطلب مرد کا عورت کی کفالت کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا لکھاہے۔[4] علامہ زبیدی کے مطابق "مرد کا عورت کی کفالت کرتے ہوئے اس کے کام انجام دینے والے کو قوّام کہا جاتا ہے"۔[5] اصطلاح میں:

فقہاء کی عبارات میں لفظ قوام کے استعمال کو دیکھتے ہوئے اس کی مختلف تعبیریں سامنے آتی ہیں مثلا:

1۔ القیم علی القاصر: کسی حاکم کا چھوٹے ،نابالغ اور ذہنی وجسمانی کمزور بچوں کی سرپرستی کے لئے کسی عقلمند شخص کو مقرر کرنا جو ان کے مالی معاملات کو دیکھے اور خوش اسلوبی سے سنبھالے۔

2۔ القیم علی الوقف: اوقاف کا نگران۔ حاکم کی طرف سے اوقاف کے مالی امور کو مقررہ ہدایات وشرائط کے مطابق سنبھالنے کے لئے کسی کو نگران مقرر کرنا بھی قوام کہلاتا ہے۔

3۔ القیم علی الزوجۃ: بیوی کا سرپرست ۔ جو ایک حکمِ الٰہی کے تحت بیوی کا نگران وسرپرست ہے اور اسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے معاملات کو اپنی سمجھ اور عقل کے مطابق بہترین انداز میں سنبھالے اور ہر وہ کام کرے جو بیوی کے لئے بہتر اور مفید ہو۔ اسی مناسبت سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ ازدواجی نگہبانی ایک ایسا حکم نامہ ہے جس کے تحت شوہر کو اختیار ہے کہ وہ اپنی بیوی کے معاملات کو انتظام اور دیکھ بھال کے ذریعے سنبھال سکے۔ گویا کہ بیوی کی سرپرستی شوہر کے لئے فرض اور بیوی کے لئے اعزاز ہے۔ اور یہی تیسری قسم ہی ہماری تحقیق کا موضوع ہے۔

قوامیت رجل کے قرآنی دلائل

مرد کی قوامیت اور افضلیت قرآن کریم کی مختلف آیات سے ثابت ہے۔ اس سلسلے میں سب سے واضح حکم سورہ نساء کی آیت نمبر 34 ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ مرد کی قوامیت کا اعلان فرمایا ہے اور اس کی فضیلت بیان فرمائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا أَنْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ"[6]۔ مفسرین کرام نے اس آیت کو قوامیت رجل کے لئے بطور نص لیا ہے۔

تصریحاتِ مفسّرین

متعدد مفسرینِ قرآن نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ مرد کے قوّام ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورتوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرتے ہیں، ان کے معاملات اور امور دنیوی و شرعیہ کو دیکھتے ہیں، انہیں حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کی تلقین و تاکید کرتے ہیں اور اس معاملے میں کی گئی کوتاہی پر ان کی گرفت اور سرزنش کرتے ہیں، اور ایک حکمران وسربراہ کی طرح عورتوں کی دیکھ بھال کرتے اور ان کے حقوق اور مفادات کا تحفظ کرتے ہیں۔ ذیل میں بعض مفسرین کی تصریحات نقل کی جاتی ہیں :علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:"الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ: "أي الرجل قَيِّم على المرأة، أي هو رئيسها، وكبيرها، والحاكم عليها ومؤدبها إذا اعوجت"[7] کہ مرد عورت کا نگہبان ہے، اس کا سردار ہے، اس پر حاکم اور اس کی بے راہ روی اختیار کرنے پر اس کو سیدھا کرنے والا ہے علامہ ابن العربی: قولہ:

"(قَوَّامُونَ) يقال: قوّم وقيم وهو فعال وفيعل من قام، والمعنى: هو أمين عليها، يتولى أمرها ويصلحها في حالها، قاله ابن عباس، وعليها له الطاعة... وعليه – أي الزوج – أن يبذل المهر والنفقة ويحسن العشرة، ويحميها ويأمرها بطاعة الله تعالى، ويرغب إليها شعائر الإسلام، من صلاة وصيام، وعليها الحفاظ لماله، والإحسان إلى أهله وقبول قوله في الطاعات[8]."

کہ مرد عورت کا محافظ، اس کے امور کا نگران، اس کی اصلاح کرنے والا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عورت کہ ذمہ داری مرد کی اطاعت ہے جبکہ مرد کی ذمہ داری عورت پر خرچ کرنا اس کے نان نفقہ کا خیال رکھنا اور اس کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرنا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اس کو اللہ تعالیٰ اطاعت اور شعائر اسلام مثلاً روزہ نماز وغیرہ کی طرف ترغیب دینا بھی ہے اور بیوی پر لازم ہے کہ وہ شوہر کے مال حال کی حفاظت کرے اور اس کے اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے اور نیکی کے امور میں اس کی اطاعت کرے۔

علامہ زمخشری

"الآية دليل على أن الولاية تستحق بالفضل لا بالتغلب والاستطالة والقهر"[9]
یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ولایت اور سربراہی افضلیت کی بنیاد پر دی جاتی ہے نہ کہ غلبہ طاقت اور جبر کی بناء پر۔

امام ابو بکر جصاصؒ

"قيامهم عليهن بالتأديب والتدبير والحفظ والصيانة، لما فضَّل الله الرجل على المرأة في العقل والرأي وبما ألزمه الله تعالى من الإنفاق عليها، فدلت الآية على معان أحدهما: تفضيل الرجل على المرأة في المنزلة وأنه هو الذي يقوم بتدبيرها وتأديبها، وهذا يدل على أن له إمساكها في بيته، ومنعها من الخروج، وأن عليها طاعته وقبول أمره ما لم تكن معصية، ودلت على وجوب نفقتها عليه"[10]"چونکہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عقل اور رائے کے اعتبار سے فضیلت دی ہے اس لئے مرد عورتوں کے نظم وضبط، نظم و نسق، حفاظت اور دیکھ بھال کے ذمہ دار ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر خرچ کرنا لازم قرار دیا ہے۔ یہ آیت دو باتوں پر دلالت کرتی ہے۔ مرد کو عورت پر قدر و منزلت میں فضیلت دینے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیوی کا خیال رکھے اس کی تربیت کرے ۔اسے باہر نکلنے سے روکنا، گھر میں رکھنا اور پابندی لگانا شوہر کے لئے جائز ہے۔ اور عورت پر اس کی اطاعت کرنا واجب ہے جب تک کہ وہ معصیت کا حکم نہ کرے اور دوسری بات یہ کہ شوہر پر بیوی کا نفقہ واجب ہے۔

ابو جعفر طبری

"وہ اپنی عورتوں کی تادیب کا کام انجام دیتے ہیں اور اللہ نے ان پر اپنے اور ان کے شوہروں کے جو حقوق عائد کیے ہیں، ان کی ادائیگی میں کوتاہی پر ان کی گرفت کرتے ہیں"۔ علامہ ماوردی، تفسیر بغوی، تفسیر خازن، اور علامہ سیوطی نے بھی کم و بیش یہی تشریح کی ہے۔

امام رازیؒ

"یعنی انھیں (مردوں کو) عورتوں کو ادب سکھانے اور کوتاہی کی صورت میں ان کی گرفت کرنے کی ذمہ داری دی گئی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے مرد کو عورت پر حکمران بنایا ہے، اس پر (یعنی عورت پر) اس کا (یعنی مرد کا) حکم چلتا ہے"

قوامیت رجل کے احادیث نبویہ سے دلائل

احادیث مبارکہ میں بھی اکثر مقامات پر مرد کی قوامیت بیان کی گئی ہے۔ سورہ نساء کی آیت "ولا تتمنوا ما فضل اللہ بعضکم علیٰ بعض " کی شان نزول میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے ایک روایت نقل کی ہے: ابن ابی حاتمؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اکرم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ مرد کو عورت سے دو گنا حصہ ملتا ہے اور دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو ہمارے عمل بھی کیا اسی طرح ہیں کہ اگر عورت کوئی نیکی کرے تو اسے آدھا ثواب ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔[11] "عن ابی بکرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ امْرَأَةً"۔[12] کہ وہ قوم کبھی بھی فلاح نہیں پا سکتی جو عورت کو حکمران بنالیں۔ اس حدیث میں سے مرد کی قوامیت اور افضلیت ثابت ہوتی ہے کہ حکمرانی کا استحقاق صرف مردوں کو ہی ہے عورت حاکم نہیں بن سکتی اس لئے کہ وہ مرد سے درجہ میں کم اور لائق حکمرانی نہیں ہے۔

اسبابِ استحقاق

مردوں کو عورتوں پر قوام بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن کریم میں وہ اسباب وفضائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں جن کی وجہ سے مرد قوام بنائے گئے ہیں۔ ان اسباب کی دو قسمیں ہیں۔ مفسرین کے بیان کے مطابق پہلا سبب وہبی ہے اور دوسرا کسبی۔

وہبی فضیلت

پہلے سبب کے ضمن میں قرآن نے بہ طریق اجمال بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض پہلوؤں سے مردوں کو عورتوں پر فوقیت بخشی ہے۔"بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلَى بَعْضٍ"[13] اس سبب سے کہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ آیت کے اس ٹکڑے میں اگرچہ صراحت نہیں ہے کہ کس کو کس پر فضیلت حاصل ہے، لیکن سیاقِ کلام سے واضح ہے کہ یہاں مقصود مردوں کی عورتوں پر فضیلت کا بیان ہے۔ پھر یہ فضیلت ایک جنس کی دوسری جنس پر ہے۔ ورنہ افراد کے اعتبار سے دیکھا جائے تو طبقہ اناث میں بعض افراد ایسے ہوسکتے ہیں جنھیں بعض مردوں پر فضیلت حاصل ہو۔ مزید یہ کہ یہاں صرف وہ فضیلت زیرِ بحث ہے جس سے مردوں کے لیے قوّامیت کا استحقاق ثابت ہوتا ہو۔[14] اس کی تشریح کرتے ہوئے مولانا مودودیؒ نے لکھتے ہیں:" یہاں فضیلت بہ معنی شرف اور کرامت اور عزّت نہیں ہے، جیسا کہ ایک عام اردو خواں آدمی اس لفظ کا مطلب لے گا، بلکہ یہاں یہ لفظ اس معنیٰ میں ہے کہ ان میں سے ایک صنف (یعنی مرد) کو اللہ نے طبعاً بعض ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی ہیں جو دوسری صنف (یعنی عورت) کو نہیں دیں، یا اس سے کم دی ہیں۔ اس بنا پر خاندانی نظام میں مرد ہی قوّام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتاً ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے خاندانی زندگی میں مرد کی حفاظت وخبر گیری کے تحت رہنا چاہیے"۔[15] مفسرین نے مرد کی عورت پر فضیلت کی کافی ساری وجوہات بیان کی ہیں۔ مثلاً علامہ ابنِ کثیر نے نبوت، حکمرانی اور قضا، علامہ ابو بکر جصاص، علامہ ماوردی، ابنِ العربی اور علامہ سیوطی وغیرہ نے صرف عقل ورائے یا اس کے ساتھ جسمانی قوت، کمالِ دین اور ولایت بھی وجوہات فضیلت میں شمار کی ہے۔

امام رازیؒ تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں

"عورتوں پر مردوں کو بہت سی وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ ان میں سے بعض حقیقی اوصاف ہیں اور بعض شرعی احکام۔ جہاں تک حقیقی اوصاف کا تعلق ہے تو ان کی بنیاد دو چیزوں پر ہے: علم اور قدرت۔ اس میں شک نہیں کہ مردوں کی عقل اور ان کا علم بڑھا ہوا ہوتا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ انھیں پُر مشقت کاموں کو انجام دینے کی بھرپور قدرت حاصل ہوتی ہے۔ انھی دو اسباب سے مردوں کو عورتوں پر عقل، دور اندیشی، قوت، تحقیق وتصنیف، شہ سواری، تیر اندازی کے معاملے میں فضیلت حاصل ہے اور یہ کہ ان میں انبیا اور علما ہوئے ہیں، وہ امامتِ کبریٰ اور امامتِ صغریٰ کے مناصب پر فائز ہوتے ہیں۔ جہاد، اذان، خطبہ، اعتکاف اور حدود وقصاص میں شہادت کے معاملے میں بالاتفاق اور امام شافعی کے نزدیک نکاح کے معاملے میں بھی انھیں فضیلت حاصل ہے۔ میراث میں ان کا حصہ زیادہ ہوتا ہے۔ قتلِ عمد اور قتلِ خطا میں وہ دیت ادا کرتے ہیں۔ نکاح میں انھیں ولایت حاصل ہے۔ طلاق، رجعت اور تعدّدِ ازدواج کا بھی انھیں حق ہے۔ اولاد ان کی طرف منسوب ہوتی ہے۔ یہ تمام چیزیں عورتوں پر مردوں کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں"[16]۔ بعض مفسرین نے جمعہ وجماعت میں شرکت، تجارت، جنگوں میں حصہ لینا وغیرہ بھی وجوہات فضیلت میں شمار کیا ہے۔ شیخ محمد عبدہؒ اور ان کے شاگرد رشید علامہ رشید رضاؒ نے اس موضوع پر بہت اچھی بحث کی ہے۔ یہاں اس کا خلاصہ پیش کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے: شیخ محمد عبدہؒ فرماتے ہیں:

" اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس کے بجائے اگر وہ یہ کہتا کہ اس نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے تو بات مختصر بھی ہوتی اور زیادہ واضح بھی۔ لیکن اس کے بجاے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ مرد اور عورت کا باہمی تعلق ویسا ہی ہے جیسا ایک شخص کے بدن کے مختلف اعضا کا آپس میں ہوتا ہے۔ مرد بمنزلۂ سر کے ہے اور عورت بمنزلۂ بدن کے۔ فضیلت کے جو اسباب قرآن نے بیان کیے ہیں ان میں سے ایک فطری ہے اور دوسرا کسبی۔ فطری سبب یہ ہے کہ مرد کا مزاج زیادہ قوی اور مکمل ہوتا ہے۔ ساتھ ہی اس کی عقل زیادہ پختہ ہوتی ہے اور وہ معاملات کے تمام پہلوؤں پر ٹھیک طریقے سے غور و فکر کرسکتا ہے۔ مزید برآں کسبی اعمال میں بھی اسے کمال حاصل ہوتا ہے۔ مردوں کو کمانے، ایجاد و اختراع کرنے اور معاملات میں تصرف کرنے پر زیادہ قدرت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے انھیں مکلّف قرار دیا گیا ہے کہ وہ عورتوں پر خرچ کریں، انھیں تحفّظ فراہم کریں اور خاندانی معاشرے کی عمومی سربراہی کریں، اس لیے کہ ضروری ہے کہ ہر معاشرے کا ایک سربراہ ہو جس سے عام مصالح کے سلسلے میں رجوع کیا جائے "۔[17]

علامہ رشید رضاؒ بعض نکات کی وضاحت یوں کرتے ہیں

" مردوں کی عورتوں پر فضیلت کا تذکرہ صراحت سے کرنے کے بجائے یہ تعبیر اختیار کی گئی ہے کہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اس سے یہ اشارہ کرنا مقصود ہے کہ مرد اور عورت دونوں ایک بدن کے مختلف اعضا کے مثل ہیں۔ اس لیے نہ مرد کے لیے مناسب ہے کہ وہ اپنی طاقت کے نشے میں عورت پر ظلم کرے اور نہ عورت کو زیب دیتا ہے کہ اس کی فضیلت کو بار سمجھے اور اس چیز کو اپنی ناقدری گردانے، اس لیے کہ جس طرح کسی شخص کے لیے یہ عار کی بات نہیں ہے کہ اس کا سر ہاتھ سے یا دل معدہ سے افضل ہو، اس لیے کہ بعض اعضا کا دیگر اعضا سے افضل ہونا پورے بدن کے مفاد میں ہوتا ہے، جب کہ اس سے کسی عضو کو کوئی ضرر لاحق نہیں ہوتا، اسی طرح کمانے اور تحفظ دینے کی قوت و طاقت رکھنے کے معاملے میں عورت پر مرد کی فضیلت میں حکمت پائی جاتی ہے۔ کیوں کہ اس طرح عورت با آسانی اپنے فطری وظائف: حمل، ولادت اور بچوں کی تربیت وغیرہ انجام دیتی ہے۔ وہ اپنے گوشۂ عافیت میں بے خوف و خطر رہتی ہے اور وسائلِ معاش فراہم کرنے کی فکر سے بھی آزاد رہتی ہے۔ فضیلت کی غیر واضح تعبیر اختیار کرنے میں ایک دوسری حکمت بھی پائی جاتی ہے۔ اس سے یہ اشارہ مقصود ہے کہ یہ فضیلت ایک جنس کی دوسری جنس پر ہے، مردوں کے تمام افراد کی عورتوں کے تمام افراد پر نہیں ہے۔ اس لیے کہ بہت سی عورتیں ایسی ہوسکتی ہیں جو علم، عمل، بلکہ جسمانی قوت اور کمانے کی صلاحیت میں اپنے شوہروں سے افضل ہوں"۔ علامہ رشید رضاؒ مفسرین کی بیان کردہ وجوہِ فضیلت پر تبصرہ کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں: "زیادہ تر مشہور مفسرین نے وجوہِ فضیلت میں نبوت، امامتِ کبریٰ، امامتِ صغریٰ، اذان، اقامت اور خطبۂ جمعہ وغیرہ کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مردوں کو حاصل یہ امتیازات ان کے کمالِ استعداد پر مبنی ہیں، لیکن یہ وہ اسباب نہیں ہیں جن کی بنا پر مردوں کو عورتوں کے معاملات کی سربراہی تفویض کی گئی ہے۔ اس لیے کہ نبوت ایک اختصاص ہے جس پر اس طرح کا حکم مبنی نہیں ہوسکتا اور نہ ہر مرد کے ہر عورت سے افضل ہونے کی یہ دلیل دی جاسکتی ہے کہ تمام انبیا مرد تھے۔ یہی حال امامت و خطابت اور دیگر امور کا ہے، جن کی صرف مردوں کے لیے مشروعیت کا تذکرہ مفسرین نے کیا ہے۔ اگر شریعت نے عورتوں کو جمعہ اور حج میں خطبہ دینے، اذان دینے اور نماز کی امامت کرنے کی اجازت دی ہوتی تو بھی یہ امر اس چیز میں مانع نہ ہوتا کہ مرد بہ تقاضائے فطرت عورتوں کے قوّام ہوں۔

لیکن اکثر مفسرین دینِ فطرت کے احکام کی علّتیں بیان کرنے میں قوانینِ فطرت کی طرف رجوع نہیں کرتے اور دوسرے پہلو تلاش کرنے لگتے ہیں"۔[18]

کسبی فضیلت

قرآن کریم نے عورتوں پر مردوں کی فضیلت کا دوسرا سبب یہ بیان فرمایا ہے: "وَبِمَا اَنْفَقُوا مِنْ اَمْوَالِهِمْ" "اور اس سبب سے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں"۔ شریعت نے افرادِ خاندان کی کفالت کرنے، ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اور ان کے لیے وسائلِ معاش فراہم کرنے کی ذمہ داری مرد پر عائد کی ہے اور عورت کو اس سے بالکل آزاد رکھا ہے۔ یہ چیز بھی مرد کو خاندان کی سربراہی کے مقام پر فائز کرتی ہے۔ شیخ رشید رضا نے اس پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے: ''عورتیں عقدِ زوجیت کے ذریعے مردوں کی سربراہی میں داخل ہوتی اور ان کی ماتحتی قبول کرتی ہیں۔ مہر کی شکل میں انھیں اس کا عوض اور بدلہ دیا جاتا ہے۔ اس طرح گویا شریعت نے عورت کو ایک اعزاز بخشا ہے کہ اسے ایک ایسے معاملے میں مالی بدلے کا مستحق قرار دیا جس کا فطرت اور نظامِ معیشت تقاضا کرتے ہیں اور وہ یہ کہ اس کا شوہر اس کا سربراہ ہو۔ اس معاملے کو عُرف کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے، جسے لوگ باہم رضامندی سے انجام دیتے ہیں۔ گویا عورت نے اپنی مرضی سے مطلق مساوات سے تنزل اختیار کرلی اور مرد کو اپنے اوپر ایک درجہ (سربراہی کا درجہ) فوقیت دینے پر تیار ہوگئی اور اس کا مالی عوض قبول کرلیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ"[19] اس آیت سے مردوں کو وہ درجہ مل گیا جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے۔ فقہاے کرام نے آیت کے اس ٹکڑے سے استنباط کیا ہے کہ مرد پر عورت کا نفقہ واجب ہے۔[20] یہی مضمون قرآن کی دیگر آیات میں بھی مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ"[21] بچے کے باپ کو معروف طریقے سے انھیں کھانا کپڑا دینا ہوگا۔ اس آیت کے ذیل میں فقہا نے ایک بحث یہ اٹھائی ہے کہ اگر کبھی شوہر بیوی کا نفقہ برداشت کرنے پر قادر نہ رہے تو اس کی قوّامیت باقی نہیں رہتی اور اس صورت میں بیوی کو نکاح فسخ کروانے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ مقصود باقی نہ رہا جس کی بنا پر نکاح کی مشروعیت ہوئی تھی۔ یہ امام مالکؒ اور امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ عورت کا نفقہ برداشت کرنے پر شوہر قادر نہ ہو تو بھی نکاح فسخ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَإِن كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلَى مَيْسَرَةٍ"[22] اور اگر وہ تنگ دست ہو تو ہاتھ کھلنے تک اسے مہلت دو۔

ایک علمی مجلس میں ایک خاتون کی جانب سے عہد حاضر کے مشہور عالم دین مولانا سید جلال الدین عمری سے سوال کیا گیا کہ ''قرآن مجید میں الرجال قوامون کہا گیا ہے۔ اس کے تحت بیوی کے نان نفقہ کی ذمہ داری مرد پر ڈالی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ایک خاوند جو بے روزگار ہے اور بیوی کا معاشی بار نہیں اٹھارہا ہے، یا وہ جسمانی طور پر معذور ہے اور اسے جسمانی تحفظ نہیں دے سکتا، تو کیا پھر بھی وہ قوّام ہوگا؟'' اس سوال کا انھوں نے یہ جواب دیا: ''آپ اس سے بھی زیادہ بھیانک مثال پیش کرسکتی ہیں۔ ایک آدمی نابینا ہے یا اپاہج اور معذور ہے۔ خود تعاون اور مدد کا محتاج ہے۔ عورت اس کی خدمت کرتی اور اس کے اخراجات برداشت کرتی ہے تو کیا اس صورت میں مرد کی حیثیت قوّام ہی کی ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید نے بہ حیثیتِ نوع مرد کو قوّام کہا ہے۔ اس کی دو وجوہ بیان کی ہیں: پہلی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ نے مرد کو عورت پر فضیلت اور برتری عطا کی ہے۔ یہ برتری جسمانی، ذہنی اور عملی تینوں پہلوؤں سے یا ان میں سے ایک یا دو پہلو سے ہوسکتی ہے اسی برتری کی وجہ سے اسلام نے

عورت کے مقابلے میں مرد پر سیاسی، سماجی اور معاشی ذمہ داریاں بھی زیادہ ڈالی ہیں۔ فضیلت مرد کی دوسری وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ وہ عورت پر اپنا مال خرچ کرتا ہے۔ یہ ایک عمومی بات ہے۔ استثنائی مثالیں ہر دَور میں رہی ہیں۔ آج بھی موجود ہیں کہ ایک عورت ذہنی اور جسمانی لحاظ سے مرد سے بہتر ہے اور اس کی معاشی حیثیت بھی مستحکم ہے اور وہ شوہر پر خرچ بھی کر رہی ہے۔ اس کے باوجود مرد کے قوّام ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہو جائے گی۔ ورنہ مرد اگر اپنے مرد ہونے کی وجہ سے اور عورت اپنی معاشی حیثیت کی وجہ سے باہم ٹکرانے لگیں تو گھر کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے گا"۔

قوامیت رجل کے ضوابط

شریعت نے مرد کی حاکمیت اور سربراہی کو مطلق نہیں رکھا کہ وہ جیسے چاہے عورت پر حکم چلائے، اس کی تذلیل کرے اور اسے اپنے نفسانی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے بلکہ شارع نے مرد کی اس حاکمیت کو چند شرائط وضوابط کے ساتھ محدود کر رکھا ہے تاکہ مرد کو اپنی ذمہ داری سمجھنے میں اسانی ہو اور ہر اس مرد کو لگام ڈالنے کا ذریعہ ہو جو اپنے اس مقام اور مرتبہ کا غلط استعمال کرنا چاہتا ہو اور اس حاکمیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عورت پر ظلم و جبر کرتا ہو۔ اسی لئے شریعت نے مردوں کے لئے کچھ ضوابط مقرر کئے ہیں جن کی پابندی ان کے لئے ضروری ہے۔

1۔ مہر کی ادائیگی

مرد پر شریعت کی طرف سے واجب کردہ امور میں سے پہلی چیز مہر کی ادائیگی ہے۔ مہر سے مراد وہ مال ہے جو مرد پر بوقت نکاح دینا لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:"وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً" 23علامہ ابن عبدالبرؒ نے نقل کیاہے کہ مہر کے وجوب پر اجماع ہے۔ وہ لکھتے ہیں:"أجمع علماء المسلمين أنه لا يجوز له وطء في نكاح بغير صداق ديناً أو نقداً." کہ علماء کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ مرد کے لئے عورت سے نکاح کرکے جماع کرنا جائز نہیں جب تک کہ وہ اس کا (معجل یا مؤجل) مہر ادا نہ کرے۔ مہر شریعت کی طرف سے عورت کے لئے مقرر کردہ حق اور نکاح جیسے نازک عقد کی توثیق کے ساتھ ساتھ عورت کی قدر و منزلت، عزت و شرف کی تاکید ہے۔ اور رمرد کی عورت کے ساتھ ربط و تعلق اور صدق رغبت کی دلیل ہے کہ مرد نے اس کے لئے اپنے نفس سے عزیز چیز یعنی مال کو خرچ کیاہے کیونکہ مرد اپنا مال ایسی چیزوں پر خرچ نہیں کرتا جو اسے عزیز نہ ہوں اور یہ مہر نکاح کے قائم و دائم رہنے کا سبب بھی ہے۔

2۔ نان نفقہ

عقد نکاح کی تکمیل اور شوہر کے لئے بیوی سے مجامعت ممکن ہونے کے بعد شوہر پر لازم ہے کہ وہ بیوی پر خرچ کرے اور اس کی رہائش، لباس اور دیگر ضروریات زندگی کا انتظام کرے۔ حدیث پاک میں ہے:"عن حكيم بن معاوية القشيری عن ابيه قال قلت يا رسول الله ! ما حق زوجة أحدنا عليه ؟ قال ان تطعمها اذا طعمت و تكسوها اذا اكتسيت او اكتسبت و لا تضرب الوجه و لا تقبح و لا تهجر الا فی البيت"24 کہ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم پر ہماری بیوی کے کیا حق ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:"جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب پہنو یا یوں فرمایا:"جب تم کماؤ تو اسے بھی پہناؤ، چہرے پر نہ مارو، برا بھلا نہ کہو اور گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اس سے علاحدگی اختیار نہ کرو۔"

3۔ حسن معاشرت

اسلام نے مردوں کو عورتوں کی سربراہی و نگرانی کے اختیارات دینے کے ساتھ ساتھ ان کو قرآن و حدیث میں واضح ہدایات دی ہیں کہ مرد اپنے ان اختیارات کا غلط استعمال نہ کریں، بلکہ اپنے زیر دست عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں اور محبت، شائستگی اور ہم دردی کے ساتھ پیش آئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ" ان کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی بسر کرو۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے ارشاد فرمایا:"اِسْتَوْصوْا بِالنِّسَآءِ خَيْراً"[25]عورتوں کے ساتھ اچھابرتاؤ کرو۔ اُم المومنین سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:"خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِه "[26]تم میں بہتر شخص وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لیے بہتر ہو۔"عن انس ،قال: كان للنبي ﷺ حاد يقال له:انجشة،وكان حسن الصوت، فقال له النبي ﷺ:"رويدك ياانجشة،لاتكسرالقوارير" قال قتادة: يعني ضعفة النساء"[27]"ہم سے اسحاق نے بیان کیا، کہا ہم کو حبان نے خبر دی، کہا ہم سے ہمام نے بیان کیا، ان سے قتادہ نے بیان کیا، ان سے انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کے ایک حدی خواں تھے انجشہ نامی ان کی آواز بڑی اچھی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا "انجشہ! آہستہ چال اختیار کر، ان شیشوں کو مت توڑ۔" قتادہ نے بیان کیا کہ مراد کمزور عورتیں تھیں (کہ سواری سے گر نہ جائیں)

مقتضیاتِ قوامیت:

معروف میں اطاعت

مرد کو قوام بنا کر عورتوں کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ مردوں کی اطاعت کریں۔ ان پر واضح کر دیا گیا ہے کہ مردوں کو جو قوّامیت کی ذمہ داری دی گئی ہے، اس میں ان (عورتوں) کی حق تلفی نہیں ہے اور اس سے ان کی کوئی سبکی اور توہین نہیں ہوتی، بلکہ ایسا محض نظام خانہ ان کو درست اور چاق چوبند بنانے کے لیے کیا گیا ہے، اس لیے انھیں چاہیے کہ اپنے شوہروں کا کہنا مانیں، انھیں خوش رکھیں اور ان کی ہدایات سے سر تابی نہ کریں۔ چنانچہ زیر بحث آیت کا اگلا ٹکڑا یہ ہے:"فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ " پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں اور مردوں کے پیچھے اللہ کی حفاظت و نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔ آیت کے اس حصے میں نیک عورتوں کی دو صفات بیان کی گئی ہیں: ایک صفت ہے قانتات، یعنی اطاعت کرنے والی۔ 'قنوت' کے لغوی معنیٰ اطاعت کے ہیں۔ قرآن کے دیگر مقامات پر اس کا استعمال 'اللہ کی اطاعت' کے معنیٰ میں ہوا ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہاں بھی وہ اسی معنیٰ میں ہے، جب کہ بعض دیگر کہتے ہیں کہ 'اطاعت' میں اللہ کی اطاعت کے ساتھ شوہر کی اطاعت بھی شامل ہے۔

شوہر کے مال و عزت کی حفاظت

نیک اور پاکباز عورتوں کی دوسری صفت حافظات للغیب بیان کی گئی ہے، یعنی غیب کی حفاظت کرنے والیاں۔ غیب کا ایک مفہوم شوہر کی غیر موجودگی ہے، یعنی شوہروں کی عدم موجودگی میں وہ اپنے آپ کی، بچوں کی اور شوہروں کے گھر اور مال و جایداد کی حفاظت کرتی ہیں۔ زمخشریؒ فرماتے ہیں:"غیب، موجودگی کی ضد ہے۔ یعنی جب ان کے شوہر ان کے پاس موجود نہیں ہوتے ہیں تو وہ ان کے غائبانہ میں ان کی چیزوں کی حفاظت کرتی ہیں"[28]۔

ابن عطیہؒ اس مفہوم کو مزید وسیع کر کے لکھتے ہیں

" ان کے نزدیک غیب میں ہر وہ چیز داخل ہے جس کا شوہر کو علم نہ ہو، خواہ وہ اس کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں۔ کہتے ہیں: " غیب سے مراد ہر وہ چیز ہے جس کا شوہر کو علم نہ ہو اور اس کی نگاہ سے پوشیدہ ہو اس میں دونوں حالتیں شامل ہیں۔ وہ کہیں باہر گیا ہو یا موجود ہو "29 غیب کا دوسرا مفہوم 'راز' ہے۔ اس صورت میں حافظات للغیب کا مطلب یہ ہو گا کہ وہ رازوں کی حفاظت کرنے والی ہیں۔ **علامہ آلوسیؒ نے لکھا ہے** "اس کا ایک دوسرا معنیٰ یہ بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے رازوں یعنی جو کچھ ان کے شوہروں اور ان کے درمیان خلوت میں ہوتا ہے، اس کی حفاظت کرنے والی ہیں"۔ **شیخ محمد عبدہؒ فرماتے ہیں:** " غیب سے مراد یہاں وہ بات ہے جس کو ظاہر کرنے میں شرم آئے، یعنی وہ ہر اس چیز کو چھپاتی ہیں جس کا تعلق ازدواجی معاملات سے ہو اور جو ان کے شوہروں اور ان کے درمیان خاص ہو"۔[30] ابو حیان نے عطا و قتادہ سے منسوب جو قول نقل کیا ہے، اس میں یہ دونوں مفہوم شامل ہیں: " وہ حفاظت کرتی ہیں اس چیز کی جس کا ان کے شوہروں کو علم نہ ہو، وہ اپنے آپ کی حفاظت کرتی ہیں اور جو کچھ ان کے شوہروں اور ان کے درمیان ہوتا ہے اسے اِدھر اُدھر بیان نہیں کرتیں "[31]۔ انہی اوصاف کی بنا پر حدیث میں نیک عورت کو دنیا کی سب سے قیمتی متاع قرار دیا گیا ہے۔ عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے ارشاد فرمایا: "اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ"[32]۔ دنیا سامانِ زیست ہے اور دنیا کی سب سے قیمتی متاع نیک عورت ہے۔

قرار فی البیت

عورت پر شوہر کے حقوق میں سے ایک یہ حق بھی ہے کہ وہ شوہر کے گھر میں رہے اور اس کی اجازت کے بغیر باہر نہ نکلے جب تک کہ کوئی شرعی ضرورت نہ ہو۔ بیوی کا گھر میں رہنا اس کی آزادی کو دبانا نہیں بلکہ یہ اس کے لئے ایک اعزاز کی بات ہے کیونکہ وہ اس گھر کہ ذمہ دار ہے، اس کی حفاظت اور گھر کے افراد کا خیال رکھنا اس کی ذمہ داری ہے، نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "والمرأة راعية في بيت زوجها ومسؤولة عن رعيتها"

جنسی ضرورت کی تکمیل

شوہر کے حقوق میں سے ایک حق یہ بھی ہے کہ بیوی اس کی جنسی ضرورت اور خواہش کو پورا کرے۔ عقد نکاح کے بعد عورت پر اپنا آپ شوہر کے حوالہ کرنا واجب ہے اور شوہر کے بلانے پر نہ جانے پر حدیث مبارکہ میں وعید آئی ہے۔ سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: " قال رسول اللہ ﷺ: إذا دعا الرجل امرأته إلى فراشه فأبت فبات غضبان عليها لعنتها الملائكة حتى تصبح" [33]

عورت سرکشی کرے تو مرد کی کیا ذمہ داری ہے

بیوی اگر شوہر کو قوام تسلیم کرلے اور اطاعت شعاری کی روش اپنائے تو گھر پر سکون اور پرامن رہتا ہے۔ لیکن اگر عورت مرد کو قوام تسلیم نہ کرے، اپنے آپ کو اس کے ماتحت نہ سمجھے، اور خود سری و سرتابی کا مظاہرہ کرے تو گھر میں فساد برپا رہتا ہے، اس کا سکون غارت ہو جاتا ہے اور بچوں کی صحیح طریقے سے پرورش نہیں ہو پاتی۔ اس لیے قرآن نے اس صورت میں مرد کی ذمہ داری قرار دی ہے کہ وہ ایسی سرکش و نافرمان عورت کی اصلاح و تربیت کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلاَ تَبْغُواْ عَلَيْهِنَّ سَبِيْلاً ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيّاً كَبِيْراً "[34]" اور جن عورتوں سے تمہیں سرکشی کا اندیشہ ہو، انہیں سمجھاؤ، خواب گاہوں میں ان سے علیٰحدہ رہو اور

مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کے لیے بہانے تلاش نہ کرو۔ یقین رکھو کہ اُوپر اللہ موجود ہے جو بڑا اور بالاتر ہے" اس آیت میں شوہروں کے ان اختیارات کا بیان ہے جو انھیں بیویوں کی تادیب کے لیے دیے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں چند نکات پیش نظر رکھنا ضروری ہے:

۱- آیت کے اس حصے میں عام عورتوں کا بیان نہیں ہے اور یہ حکم عام حالات میں نہیں دیا گیا ہے، بلکہ ناگزیر علاجی تدبیر کے طور پر مخصوص صورت حال میں ان عورتوں کے سلسلے میں ہے جو 'نشوز' کا ارتکاب کریں۔ بیوی کا نشوز یہ ہے کہ وہ خود کو شوہر سے بالاتر سمجھے، اس کی مخالفت کرے اور اس سے نفرت کرے لیکن اگر وہ اطاعت شعار ہو تو اس پر کسی طرح کی زیادتی کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

۲- عورتوں کی جانب سے محض اندیشۂ سرکشی کی صورت میں مذکورہ اصلاحی تدابیر کو بروئے کار لانے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، بلکہ اس صورت میں ہے جب واقعتاً ان کی طرف سے اس کا اظہار ہو۔ اس کا اشارہ آیت کے آخری ٹکڑے فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ (پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں) سے ملتا ہے۔[35]

۳- اس آیت میں سرکش عورتوں کی اصلاح کے لیے شوہروں کو تین تدابیر اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

اول: انھیں سمجھائیں بجھائیں۔

دوم: ان سے خواب گاہوں میں علیٰحدگی اختیار کر لیں۔

سوم: انھیں 'ضرب' کی سزا دیں۔ قرآن کا منشا یہ معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ اصلاحی تدابیر میں تدریج ملحوظ رکھی جائے۔ ایسا نہ ہو کہ بہ یک وقت تینوں تدابیر پر عمل کر لیا جائے۔[36]

۴- مارنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ بیویوں کی ضرور پٹائی کی جائے، بلکہ اجازت دی گئی ہے کہ اگر دیگر تدابیر سے کام نہ چلے تو ناگزیر صورت میں یہ تدبیر بھی ممکن ہے۔ اس صورت میں حدیث میں غیر معمولی احتیاط برتنے کی تاکید کی گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "فَاِنْ فَعَلْنَ ذٰلِكَ فَاضْرِبُوْهُنَّ ضَرْباً غَيْرَ مُبَرِّحٍ"۔[37] اگر وہ ایسا کریں تو انھیں ایسی مار مارو کہ اس کا جسم پر کوئی نشان ظاہر نہ ہو۔

'برّح' کا معنٰی ہے سختی کرنا، تکلیف پہنچانا۔ 'ضرب مبرّح' اس مار کو کہتے ہیں جس میں سخت چوٹ لگے۔ ابوحیان فرماتے ہیں: "ضرب غیر مبرّح سے مراد وہ مار ہے جس سے نہ کوئی ہڈی ٹوٹے، نہ کوئی عضو تلف ہو اور نہ جسم پر اس کا کوئی نشان باقی رہے"[38] حضرت ابن عباسؓ سے ان کے شاگرد عطاؒ نے 'ضرب غیر مبرح' کا مطلب دریافت کیا تو انھوں نے فرمایا: "جیسے مسواک سے مارنا"۔[39] مارنے کا مقصد عورت کو ذلیل و رسوا کرنا، یا اسے جسمانی اذیت پہنچانا نہیں، بلکہ اس کی اصلاح و تادیب ہے۔ اس لیے ناگزیر صورت میں غیر معمولی احتیاط برتنے کی تاکید کی گئی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ قرآن و حدیث میں ناگزیر صورت میں تادیب کی اجازت کے باوجود شریعت کا عمومی مزاج یہ معلوم ہوتا ہے کہ حتی الامکان اس سے گریز کیا جائے۔ عہد نبوی میں ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے اپنی بیویوں کی پٹائی کر دی۔ وہ عورتیں ازواج مطہرات کے گھروں میں آکر اپنے شوہروں کی شکایت کرنے لگیں۔ رسولؐ اللہ کو صورتِ حال کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا: "لَقَدْ طَافَ بِآلِ مُحَمَّدٍ نِسَآءٌ كَثِيْرٌ يَشْكُوْنَ اَزْوَاجَهُنَّ، لَيْسَ اُوْلٰئِكَ بِخِيَارِهِم"[40] محمد ﷺ کے گھر والوں کے پاس بہت سی عورتوں نے چکّر لگائے ہیں اور

اپنے شوہروں کی شکایت کی ہے۔ یہ لوگ ان میں اچھے آدمی نہیں ہیں۔ جن لوگوں کو قرآن کا یہ حکم عورت کی توہین و تذلیل معلوم ہوتا ہے انھیں عورت کے باغیانہ تیور اور خود سری پر مبنی رویے میں مرد کی تحقیر و تذلیل کا پہلو نظر نہیں آتا۔

۵- آیت کے آخری ٹکڑے میں صفاتِ الٰہی 'علی' اور 'کبیر' کا انتخاب بڑا معنیٰ خیز ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور سب سے بڑا ہے۔ عورتوں پر اپنی بالادستی کے زعم میں ان پر کسی طرح کی زیادتی نہ کرو اور یہ نہ بھولو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تم سے بڑی اور برتر ہے۔ ان پر ظلم و زیادتی کی صورت میں وہ تم سے انتقام لے سکتا ہے۔ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں: ''اس میں مردوں کو دھمکی دی گئی ہے کہ اگر انھوں نے بلا سبب عورتوں پر زیادتی کی تو اللہ تعالیٰ جو بلند و برتر ہے، ان کا ولی ہے۔ جو بھی ان پر ظلم و زیادتی کرے گا، اس سے وہ انتقام لے لے گا''۔

قوامیت رجل سے متعلق شبہات اور ان کا ازالہ

زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے دشمن متعدد چینلز کے ذریعے مختلف پہلوؤں سے اسلام کی تعلیمات پر حملہ آور ہوتے رہے ہیں قوامیت رجل ان موضوعات میں سے ایک ہے جس سے یہ لوگ اسلام کی شبیہ کو مسخ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مسلم خواتین کی حیثیت اور ان کے حقوق کے بارے میں غلط تصورات کو اجاگر کرنا ھے اور مرد کا بیوی پر قوام ہونا خواتین کی نفرت کو ہوا دینے کے مترادف ہے۔ ان کے مطابق مرد کی قوامیت سے مراد:

1۔ عورت کی آزادی پر پابندی، اس کے حقوق سے محرومی اور اس کی توہین ہے۔

2۔ عورت کی عقل اور صلاحیتوں پر قدغن ہے۔

3۔ عورت کی غلامی ہے۔

یہ اعتراضات اسلام دشمنوں کی طرف سے ہیں جو اسلامی تعلیمات کی توہین کرنا چاہتے ہیں، اگر ان لوگوں کی نگہبانی کے معنی، اس کے تقاضوں اور شرعی قوانین میں اس کے کنٹرول سے لاعلمی کو یاد کریں، اسلامی قانون اور اس کی منظوری کے قانونی مقاصد۔ اسلامی قانون میں ازدواجی نگہبانی نہ تو تسلط ہے نہ جبر ہے اور نہ ہی یہ عورت کے حقوق سے محرومی ہے اور نہ ہی اس کی عزت کو مجروح کرنا ہے بلکہ یہ اس کی قدر و منزلت، اس کے مرتبے کی بلندی اور اس کے وقار کا اعتراف ہے۔ کیونکہ جس نے مرد کو پیدا کیا اسی نے عورت کو پیدا کیا اور وہی ہے جس نے نگہبانی کا قانون بنایا، کیا عورت کو پیدا کرنے والا یہ نہیں جانتا تھا کہ کیا حق ہے؟ اس کے لیے اور اس کے لیے کیا مناسب ہے؟ **"أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ"**[41] جب اسلامی قانون مردوں کے لیے ولایت لایا تو اس نے عورت کے کردار کو فراموش نہیں کیا، کیونکہ وہ گھر کی سربراہ ہے اور اس کے معاملات کو ترتیب دینے، ترتیب دینے اور اس کی دیکھ بھال کی ذمہ دار ہے، وہ اپنے شوہر کے گھر میں چرواہا ہے وہ نسلوں کی آیا بھی ہے۔ جو لوگ اس قسم کے شبہات پیدا کرتے ہیں وہ جاہل تھے یا اسلام میں عورتوں کی عزت کو نظر انداز کرتے تھے اور وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ حضور ﷺ اپنی بیماری کے دوران جس میں آپ کا انتقال ہو گیا تھا، مردوں کے لیے عورتوں کی سفارش کریں گے اور یہ ایک عزت اور پردہ کے لیے کافی ہے۔ اور یہاں مغرب کی عورتیں اسلام کی تعلیمات سے آزاد ہونے کی وجہ سے پریشانیوں کی شکایت کر رہی ہیں، کیونکہ وہ عورتوں کے حقیقی کام کو کھو چکی ہیں۔

مشہور انگریز ناول نگار اگاتھا کرسٹی نے کہا تھا: "خواتین بے وقوف ہیں، کیونکہ معاشرے میں ان کا مقام دن بدن خراب ہوتا جا رہا ہے، کیونکہ ہم نے کام کا حق حاصل کرنے اور مردوں کے ساتھ برابری کے لیے بہت کوششیں کی ہیں۔ ثابت ہوا کہ ہم کمزور، نرم جنس ہیں، اور پھر ہم آج برابری کی طرف لوٹتے ہیں... جس محنت اور پسینے میں آدمی اکیلا تھا۔

خلاصۂ بحث

اسلام نے خاندانی نظام میں مرد وزن کے حقوق اور دائرہ کار طے کر دیا ہے جس کا مقصد معاشرے میں خوشحالی اور توازن کو برقرار رکھنا ہے۔ مرد وعورت میں حقوق کے ساتھ ساتھ فرائض کی بھی برابر تقسیم کر دی گئی ہے اور اس کی ادائیگی دونوں پر لازم قرار دیا ہے اسلام کے خاندانی نظام میں مرد پر "قوامیت" کی ایک اضافی ذمہ داری بھی ڈل دی گئی ہے۔ جس کا معنی ہے کہ حاکم، سربراہ، نگران اور نگہبانی کرنے والا۔ مرد کی یہ قوامیت اور ایک درجہ افضل ہونا وہبی بھی ہے اور کسبی بھی۔ مرد کو طبعا ایسی خصوصیات اور قوتیں عطا کی گئی جو عورت میں نہیں۔ اسی بنا پر مرد قوام ہونے کی اہلیت رکھتا ہے اور عورت فطرتا ایسی بنائی گئی ہے کہ اسے مرد کی حفاظت میں رہنا چاہیئے۔ کسبی فضیلت سے مراد مرد کو افراد خاندان کی کفالت، ان کی ضروریاتِ زندگی پوری کرنے اوران کے لئے وسائل معاش فراہم کرنا ہے جس کی بنا پر مرد قوام ہے۔ قوامیت رجل کے تقاضے یہ ہیں کہ عورت مرد کی معروف میں اطاعت کرے، شوہر کے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرے، اس کی اجازت کے بغیر گھر سے نہ نکلے اور اس کے جنسی خواہش کی تکمیل کرے۔ قوامیت رجل کے متعلق یہ شبہات پائے جاتے ہیں کہ یہ عورت کی آزادی سلب کرنے کے مترادف ہے، اس کی حقوق سے محرومی اور عورت کی عقل اور صلاحیتوں پر قدغن ہے۔ یہ شبہات یکسر غلط ہیں۔

References

1- Al-Baghwī, *Tafseer al-Qruan* (Beirūt: Dār al-kutab), 1:422.
2- Molanā Ameen Aḥsan Iṣlaḥī, *Tadabbur-e-Quuan* (Delhī, 1989), 2:291.
3- Ibn Manzūr, *Lisān al-Arab* (Beirūt: Dār Sādir), 12:503.
4- Majd al-Dīn Ferūz'Ābdī, *Al-Qamos al-Muheet* (Beirūt: Dār al-Fikr, 1995), 474.
5- Muhammad Murtẓā al-Zubaidī, *Tāj Al-'Urūs* (Beirūt: Dār al-Kutub al,'IlmiyahAH)
6- Al-Quran 4:34.
7- Ismā'īl Ibn kaseer, *Tafseer al-Qruan al-Azeem* (Beirūt, Dār al-M'āarifa), 1:503.
8- Muhammad Ibn Abdullah Ibn 'Arabī, *Aḥkām al-Qruan* (Beirūt: Dār al-Kutub al,'Ilmiyah), 1:530.
9- Zamahshari, *Al-khashaf* (Beirūt: Dār al-Kutub al,'Ilmiyah), 1:523.
10- Ahmad Ibn 'Alī al-Rāzī al-Jasas, *Aḥkām al-Qruan* (Beirūt: Dār al-Kutub al,'Ilmiyah), 2:263.
11- Al-Sayūtī, *Lubab al-Nuqol fī asbabenozol* (Beirūt: Dār al-Kutub al,'Ilmiyah), 1295.
12- Muhammad Ibn Ismā'īl, *Saḥīḥ al-Bukhārī* (Karachi: Qadimī kutb khāna), 1:442.
13- Al Quran 4:34.
14- Aḥsan Iṣlaḥī, *Tadabbur-e-Quuan*, 2:292.
15 Moudūdī, *Tafhīm al-Quran*, 1:349.
16 - Fakhr al-Dīn al-Rāzī, *Mafātīh al-Ghayeb known as al-Tafseer al-Kabeer*, Research: Imad Zaki al-Barudi, Egypt, 10/80.
17 Rasheed Razā 5:69-70
18 Rashid Raza, 5:70.
19Al Quran 2:228.

20 Ahmad Ibn ʻAlī al-Rāzī al-Jasas, *Aḥkām al-Qruan*, 1:229.
21 Al Qur'an 2:233.
22 Al Qur'an 2:280.
23 Al Qur'an 4:4.
24 Abū Dāowūd, *Sunan Abū Dāwūd: Chapter on the Rights of Women* (Lahore: Maktaba Rehmaniya).
25 Al-Bukhārī, Kitāb al-Nikāh, and other places, Muslim, Kitab al-Radha, Chapter Al-Wasiyat bil Nisaa, 1468.
26 Al-Tirmidhī, *Kitāb al-Manāqib: Chapter Fazl Awwaj al-Nabī*, 3895.
27 Al-Bukhārī, Saḥīḥ al-Bukhārī, 6211.
28 Zamahshari, *Al-khashaf*, 1:524.
29 Ibn Ātiya, *Al-Muhrar al-Wajeez*, 2:47 with reference to Abu Hiyan, 3:337.
30 Rasheed Raza 5:71.
31 Abū Hayyān 3:337.
32 Imām Muslim, *Saḥīḥ Muslim: Kitab al-Radaah*, 1467.
33 Imām Muslim, *Saḥīḥ Muslim*, 3540.
34 Al Quran, 4:34.
35 Abū Hayān, 3;339,342.
36 Zamakhshari, 1/524, Nasafi, 1/129, Maududi, 1/350, Usmani, 109, Islahi, 2/293
37 Muslim, Kitab al-Hajj, Chapter Hijjat al-Nabi, 1218
38 Abū Hayyān, 3/241
39 Tabarī, 8:314.
40 Imām Abū Dā'wūd, *Sunan Abī Dā'wūd: Kitāb al-Nikāh*, 2146,
Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, 1985,
Sunan Darmi, 2219.
41 Al Quran: 67:14.